بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمُ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

أَمَّا بَعْدُ:

03: فہم سلف کا معنی۔

فہم سلف کی شرعی حیثیت کا درس جاری ہے اور ہم پچھلے دو دروس میں ہم دو چیزوں پر بات کر چکے ہیں:

1۔تاریخی پس منظر اور فہم سلف کی اہمیت کے تعلق سے مقدمے کے طور پر چند باتیں کی تھیں۔

2۔دوسرے درس میں فہم کا کیا معنی ہے؟ سلف کا کیا معنی ہے؟

اور آج کے تیسرے درس میں ان شاءاللہ فہم سلف کا کیا معنی ہے اس پر بات کریں گے لیکن مختصراً، بعض ساتھی پہلی مرتبہ آئے ہیں تو پچھلے دو دروس کا خلاصہ دو لفظوں میں۔تاریخی پس منظر میں دو چیزیں یاد رکھیں:

1۔ سلف کے مخالفین اہل بدعت نے نص کو نہیں چھوڑا، قرآن اور حدیث کو نہیں چھوڑا، ان کی گمراہی، ضلالت، بدعت کی وجہ فہم سلف کو چھوڑنا ہے۔ نص کو چھوڑنا نہیں ہے۔اس کی دلیل اس کا ثبوت خوارج جو سب سے پہلا فرقہ نکلا ہے امت میں۔ کیا انہوں نے قرآن مجید کی آیت کو دلیل بنایا ہے یا آیت کو چھوڑا؟ دلیل بنایا ہے۔ کیا آیت تھی؟ ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾(یوسف/40)

قرآن مجید کی آیت ہے اور انہوں نے یہ کہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اور جو ان کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے کہ اس آیت پر عمل تم لوگوں نے نہیں کیا اس لیے تم لوگ کافر ہو تم لوگوں نے اپنی عقل کے مطابق اپنے فہم کے مطابق فیصلہ کیا ہے، قرآن مجید کے مطابق فیصلہ نہیں کیا ہے اس لیے تم کافر ہوا گر تم یہ چاہتے ہو ہم تمہارا ساتھ دیں تو پہلے توبہ کرو، کفر کا اقرار کرو، توبہ کرو اور پھر کلمہ پڑھو پھر ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ گویا کہ انہوں نے کس چیز کو چھوڑا؟ فہم سلف کو چھوڑا ہے نہ کہ نص کو چھوڑا ہے۔ایک یہ بنیادی بات اگر ہم سمجھ لیں مقدمے سے، تو ان شاءاللہ آگے باتیں بہت آسان ہوں

گی۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل بدعت نے نصوص کو چھوڑا ہے۔ نصوص کو یہود و نصاریٰ نے چھوڑا ہے، نصوص کو ہندوؤں نے چھوڑا ہے۔ قرآن مجید یا حدیث کی بات نہیں کرتے لیکن جو شخص قرآن و حدیث کی بات کرتا ہے، اس نے نص کو چھوڑا نہیں؟ اس نے کس چیز کو چھوڑا ہے جس کی وجہ سے وہ گمراہ ہوا ہے؟ صحیح فہم کو چھوڑا ہے اور صحیح فہم کون سی تھی، اس زمانے میں اور آج تک؟ فہم سلف ہے۔ بات واضح ہے۔

2۔ دوسری بات، مقدمے میں، میں نے یہ بیان کی تھی کہ فہم سلف کا انکار نہ تو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے نہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ نے کیا ہے اور نہ سلف نے خود کیا ہے۔ جہاں پر کسی کا قول غلط ہوتا تو وہ فہم سلف نہیں ہوتا وہ آحاد السلف کا قول یا فہم ہوتا۔ بشر ہیں، اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ جب مجتہد اجتہاد کرتا ہے اور اس کا اجتہاد صحیح ثابت ہوتا ہے، اس کو دگنا اجر ملتا ہے اگر اس کا اجتہاد غلط ثابت ہو تو اس کا ایک اجر ملتا ہے۔

پہلے درس میں دو باتیں یاد ہیں؟ دوسرے درس میں فہم کسے کہتے ہیں؟ عام لفظ سمجھ کر کہتے ہیں خاص لفظوں میں فہم کہتے ہیں بات کرنے والے کی مراد جو کلام کر رہا ہے اس کی مراد کو صحیح سمجھنے کو فہم کہتے ہیں، صحیح فہم اور شریعت کے اعتبار سے فہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ کے فرمان کی مراد کو سمجھنا اور یہ سمجھ جڑی ہے استنباط سے اور اجتہاد سے۔ نصوص کو پڑھا ہے ان نصوص میں سے آپ نے کیا سمجھا ہے؟ جو آپ نے سمجھا ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ کی مراد ہے؟ اگر صحیح مراد کو پایا ہے تو صحیح سمجھا ہے، اگر مراد کو نہیں پایا ہے تو غلط سمجھا ہے، اسے کہتے ہیں فہم۔

سلف کا معنی عام لفظوں میں ہے گزرے ہوئے لوگ، گزشتہ لوگ اور خاص لفظوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد میں آنے والے لوگ اور شریعت کے اعتبار سے میں نے بتایا تھا کہ تین قرون ہیں۔ بہترین تین زمانے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں "خَيرُ النَّاسِ قَرنِي، ثُمَّ الَّذينَ يلونَهُم، ثُمَّ الذينَ يلونَهُم"۔ تین بہترین زمانے ہیں، آپ ﷺ کا زمانہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اسی زمانے میں تھے پھر ان کے بعد تابعین کا زمانہ، پھر اتباع و تابعین کا زمانہ۔ یہ سلف ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں فہم سلف کا کیا معنی ہے؟ ابھی ہم نے اس مصطلح کو جوڑ دیا ہے۔ فہم اور سلف کا کیا معنی ہے؟ چند آیات اور احادیث ان

کو یاد کرلیں۔ جب بھی آپ فہم سلف کی بات کریں تو یہ پانچ یا چھ یا سات یا جتنے دلائل ہیں انہیں یاد کریں۔ بار بار میں نے ان دلائل کو دہرایا ہے، طالب علموں سے گزارش ہے کہ ان کو یاد کرلیں۔

1۔ پہلی آیت سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾(البقرۃ/137)

﴿ فَاِنْ اٰمَنُوْا ﴾(پس اگر وہ لوگ ایمان لے آئے ہیں) ﴿بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ﴾(جیسا کہ تم لوگ ایمان لائے ہو)۔ وہ لوگ کون؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ کوئی بھی ہوں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ اگر ان کا ایمان ویسا ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا ایمان ہے۔ ﴿ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾ (پس وہ ہدایت یافتہ ہیں)۔

ایمانیات کی بنیاد توحید ہے، عقیدے کے اصول ہیں، اصولی مسائل ہیں شریعت کے، یہ سارے ایمانیات ہیں اگر کوئی بھی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ دین کو صحیح سمجھتا ہے تو وہ دیکھ لے کہ اس کے دین کی بنیاد کی سمجھ کیسی ہے؟ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے کے اصول جو انہوں نے بیان کیے ہیں ویسا ہے، تب تو وہ ٹھیک ہے، تب تو وہ ہدایت یافتہ ہے لیکن اگر اس شخص کا ایمان وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کوئی بھی شخص ہو اس کا ایمان، اس کا عقیدہ اور عقیدے کے جو اصول ہیں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان سے جدا ہیں، الگ ہیں، مختلف ہیں تب تو وہ شخص ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا۔ تو اس آیت کریمہ میں واضح لفظ ہے ایمان کا اور ایمان بغیر سمجھ کے ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾(محمد/19)۔ کلمہ توحید ایمان کی بنیاد ہے اگر کلمہ توحید کو سمجھنے کے بغیر علم کے بغیر کوئی فائدہ نہیں ہے تو پھر دین کی کس چیز کو سمجھنے کے بغیر فائدہ ہو سکتا ہے؟ اور پھر اسی آیات میں ﴿ وَاِنْ تَوَلَّوْا ﴾(اگر وہ منہ موڑ لیتے ہیں)۔ کس چیز سے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان جیسے ایمان سے۔ ایمان تو لے کر آنا چاہتے ہیں لیکن ان کا ایمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان سے مختلف ہے جدا راستہ ہے۔ ﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ﴾(پس وہ شقاق میں ہیں، شدید ترین اختلاف میں ہیں)۔ ﴿ وَمَنْ

يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾(الانفال/13)وہاں پر اس آیت میں اور اس آیت میں ﴿ فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ﴾ آپس میں بھی شدید اختلاف ہے اور تم لوگوں کے ساتھ بھی شدید اختلاف ہو گا تو حل کیا ہے اس کا، کیا کریں؟﴿فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ﴾ آپ کچھ نہ کریں(ان کو کافی ہے اللہ تعالیٰ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو کافی ہے)۔جو بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف کوئی فہم، کوئی ایمان رکھتا ہے، ان کے فہم کے خلاف کوئی فہم رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہے۔﴿ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾(بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے)۔جو وہ کہتے ہیں وہ خوب سنتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں وہ خوب جانتا ہے۔

2۔دوسری آیات سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾(آل عمران/7)

﴿هُوَ﴾(اسی نے)﴿الَّذِيْٓ﴾(جس نے)﴿اَنْزَلَ﴾(آپ پر نازل فرمایا)﴿عَلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾(کتاب آپ پر نازل فرمائی) ﴿ مِنْهُ﴾(اس کتاب میں سے)۔کتاب کونسی؟ قرآن مجید ہے۔﴿اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ﴾(محکم آیت ہے، پرفیکٹ آیت ہے محکم ہے)﴿هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ (یہی آیات بنیاد ہیں قرآن مجید کی) ﴿ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾(اور دوسری آیات متشابہ ہیں)۔ محکم آیات میں معنی بالکل واضح ہے اور معنی ایک ہی ہے لفظ کا، ایک سے زیادہ معنی نہیں ہے۔استعمال آپ کے ذہن میں نہیں آتا لیکن وہ بعض آیتیں متشابہات ہیں، متشابہات میں کیونکہ عربی زبان وسیع زبان ہے، الفاظوں میں ایک سے زیادہ معنی پائے جا سکتے ہیں۔﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ﴾ (پس جن لوگوں کے دل میں کوئی خرابی ہے)﴿فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ﴾وہ کس کی اتباع کرتے ہیں

آیات میں سے؟(متشابہ آیات کی)۔ کیوں اتباع کرتے ہیں؟﴿ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيْلِهٖ﴾ (فتنہ چاہتے ہیں لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہتے ہیں اور اس کی اپنی مرضی سے تاویل کرنا چاہتے ہیں)﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (اور جو صحیح تاویل ہے جس سے وہ ہٹ کے بیان کر رہے ہیں حقیقتاً تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے)﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾(اور جن کے قدم راسخ ہیں علم میں)﴿يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ (وہ کہتے ہیں ہمارا ایمان ہے سب پر) کس چیز پر؟ محکم پر اور متشابہ پر۔﴿كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾(ساری کی ساری قرآن مجید کی آیات ہمارے رب کی طرف سے ہیں)﴿وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (اور نہیں نصیحت حاصل کرتے اِلَّا یہ کہ جو عقل مند لوگ ہیں)۔اس آیت کریمہ میں دو قسم کی آیات ہیں، محکم ہیں اور متشابہ ہیں۔ میں نے ایک چھوٹی سی مثال دی تھی﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰہٰ/5)اور دوسری آیت میں آپ کو ملتا ہے﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾(الحدید/4)۔

بعض لوگوں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، کیوں؟ کیوں کہ دوسری آیت کو لیا ہے اور صحیح قول کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ عرش پر مستوی ہے۔اب یہ کون فیصلہ کرے گا کہ ایک آیت عمل کیا اور دوسری کو چھوڑ دیا؟ حقیقتاً دوسری کو چھوڑا نہیں ہے، سلف نے دوسری آیت کو نہیں چھوڑا۔ سلف نے دوسری آیت سے یہ معنی اخذ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ ذات کے اعتبار سے ممکن نہیں ہے کیوں کہ جتنی بھی آیات ہیں عرش والی تاکید کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، سات مرتبہ قرآن مجید میں مختلف سورتوں میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے وہ عرش پر مستوی ہے اور التکرار یفید التأکید یہ ایک قاعدہ ہے ایک چیز بار بار بیان کی جاتی ہے اور ربّ ذوالجلال بھی اس کو بار بار بیان کر رہے ہیں اس کا مطلب ہے کہ اس کے پیچھے کوئی راز ہے کوئی وجہ ہے جو اللہ تعالیٰ بار بار بیان کر رہے ہیں تو آپ کے ذہن میں یہ بات ہو ہی نہیں سکتی کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہو نہیں سکتا کیوں کہ ایک چیز بار بار بیان ہو رہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ عرش پر تو ہے لیکن ہر جگہ موجود ہے؟ ساتھ کا معنی عربی زبان میں ایک سے زیادہ ہے﴿اسْتَوٰى﴾ کا ایک معنی ہے﴿اسْتَوٰى﴾ یعنی بلندی کا معنی پایا جاتا ہے۔ سارے جتنے معنی

ہیں بلندی کے، ارتفع ،صعد جتنے بھی سلف سے ثابت ہیں یعنی بلندیوں کے معنی میں آتا ہے سب لیکن ﴿مَعَكُمْ﴾ ساتھ میں بھی ہو سکتا ہے contact physical بھی ہو سکتا ہے، نہیں بھی ہو سکتا۔ میں جدہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ ہوں اس وقت وہ میرے ساتھ ہیں؟ میں اپنے گھر میں یہاں پہ ہوں، میں نے سفر کیا چاند کے ساتھ چاند آسمان پہ ہے میں زمین پہ چل رہا ہوں۔ تو معنویت کے لفظ میں ایک سے زیادہ معنی پایا جاتا ہے۔

دوسری تشابہ ہے، اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ دوسری ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ تشابہ ہے اور ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ محکم ہے۔ سلف نے کیا کیا ہے؟ تشابہ کو لوٹایا محکم کی طرف اور باقی کیا رہا، محکم ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ عرش پر مستوی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

یہ فہم کس کی ہے؟ یہ فہم ہماری جیب سے نکالی ہے؟ یہ سلف الصالحین کی فہم ہے اس آیت میں بھی واضح دلیل ہے کہ ﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نہیں ہیں اور ان کے جانشین تابعین اور اتباع وتابعین نہیں ہیں، تو پھر کون ہے امت میں؟ اگر ان کے قدم علم راسخ نہیں ہیں تو پھر کس کے قدم راسخ ہو سکتے ہیں ان کے بعد؟ کوئی ہے؟ کوئی بھی نہیں ہے۔ کسی اعتبار سے بھی آپ دیکھ لیں، علم کی جب ہم بات کرتے ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر میں وجوہات آگے بتاؤں گا ان شاء اللہ، ان سے بڑھ کر، سلف سے بڑھ کر علم میں کوئی بھی نہیں ہے۔ تو ان دو آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ فہم سلف کی اہمیت ہے اور فہم سلف کو دیکھنا ضروری ہے۔

فہم سلف کے آگے بتاتا ہوں میں، پہلے دلائل دیکھیں پھر دو حدیثیں ایک ساتھ آپ ہمیشہ یاد کیا کریں، جب فہم کی بات آئے۔ پہلی حدیث:

1۔ ''خَيرُ النَّاسِ قَرنِي، ثُمَّ الَّذينَ يَلونَهُم، ثُمَّ الذينَ يَلونَهُم''۔

پھر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ کا فرمان:

2۔ ''مَن يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ'' (جس کی اللہ تعالیٰ بہتری چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے)۔ سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو دین کو سمجھنے والے ہیں۔ اور اس حدیث میں تین بہترین زمانے سب سے بہتر ہیں تو کیا وہ علم سے محروم ہو کر بہتر ہو سکتے ہیں؟ نہیں۔ تو فہم کے اعتبار سے بھی وہ سب سے افضل ہیں اور خیر پا چکے ہیں۔

3۔ تیسری حدیث یا پانچویں دلیل دو آیتوں اور دو حدیثوں کے بعد "لَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَا لَة" (میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو گی)۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو گی"۔ اس سے ثابت ہوا اگر کسی مسئلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہو جائے تو وہ حجت ہو جاتا ہے۔ تفصیل میں آگے بیان کروں گا ان شاء اللہ۔ یعنی فہم سلف میں بعض چیزوں پہ اجماع بھی ہے، ہمیں یہ بھی یہاں سے ملتا ہے۔

4۔ اگلی حدیث جو ہمیں یاد کرنی ہے، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ"۔ (جب حاکم، جب مجتہد، جب عالم، جب فیصلہ کرنے والا، فیصلہ کرتا ہے اور اس کا فیصلہ اگر صحیح ثابت ہو تو اس کو دگنا اجر ملتا ہے، اگر غلط فیصلہ ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے)۔ بعض مسائل میں سلف سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں۔ جن مسائل میں ان سے غلطیاں ہوئی ہیں، ان کو ایک اجر ملا ہے اور جن میں انہوں نے صحیح حق کو پایا ہے ان کو دگنا اجر ملا ہے۔

5۔ آخری حدیث اس میں، پانچویں حدیث، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں "لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلاَّ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ" (تم میں سے کوئی شخص بھی عصر کی نماز نہ پڑھے إِلاَّ بنو قریظہ میں)۔

سوائے بنو قریظہ کے عصر کی نماز تم میں سے کوئی بھی نہ پڑھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دو گروہوں میں بٹ گئے، ایک نے راستے میں پڑھی وقت میں اور دوسرے گروہ نے بعد میں جا کر قضا پڑھی بنو قریظہ میں۔ دونوں میں سے کون صحیح ہے؟ دونوں صحیح ہیں۔ کس بنیاد پر؟ راستے میں ایک گروہ نے نماز پڑھی فہم کی بنیاد پر۔ کیسے، کہاں سے فہم لے کر آئے؟ دوسرے نصوص کو دیکھا کہ نماز وقت پر پڑھنا فرض ہے، وقت پر نماز پڑھ لی ہے، یہ ان کی فہم کا واضح ثبوت ہے اور جن لوگوں نے بنو قریظہ میں نماز پڑھی ہے، قضا کر کے، یہ ان کا فہم ہے۔ تو دونوں کے فہم دیکھیں مختلف ہیں لیکن یہاں پر دونوں درست ہیں۔ تو بعض اوقات فہم مختلف بھی ہو سکتا ہے لیکن دونوں درست بھی ہو سکتے ہیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ سلف کے فہم میں بعض اوقات حجت ہوتی ہے اور بعض اوقات حجت نہیں ہوتی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اعتقاد، صفحہ نمبر 234 میں فرماتے ہیں، سیدنا عبداللہ بن عمر کی حدیث جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ (میری امت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی سب جہنم میں سوائے ایک فرقے کے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)۔

اس حدیث کے تعلق سے فرماتے ہیں ''صحابہ کرام جمع ہوئے صرف اصولی مسائل میں (صحابہ کرام جمع ہوئے یعنی اجماع ہوا صحابہ کرام کا صرف اصولی، عقیدے کے مسائل میں ہوا، اصولی مسائل میں) اور ان میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے یہ ثابت نہ ہوا یا کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ انہوں نے ان مسائل میں اختلاف کیا ہو جن مسائل کو میں نے اس کتاب میں بیان کیا ہے''۔

کون سی کتاب ہے؟''الاعتقاد الإمام البيهقي رحمۃ اللہ علیہ''۔اور انہوں نے اس کتاب میں جو عقیدے کے اصول ہیں ان میں سے بعض اہم مسائل بیان کیے ہیں اور فرمایا ہے کہ ان اصول میں ان مسائل میں کسی کا اختلاف نہیں ہے گویا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا اصولی مسائل میں۔''فأما مسائل الفروع''لیکن جو فروعی مسائل ہیں تو جس میں کوئی نص نہیں ہے کتاب میں سے یا سنت میں سے قرآن یا حدیث میں سے، تو بعض پر اجماع ہوا اور بعض پر اختلاف ہوا یعنی بات بڑی پیاری ہے ذرا سمجھ کر بات کو نوٹ کریں۔پہلے مسائل میں اجماع ہے، بات ختم ہو گئی۔اجماع حجت ہے۔دوسری قسم کے مسائل فروعی مسائل ہیں اور فروعی ایسے مسائل ہیں جن میں نص نہیں ہے۔نہ قرآن مجید سے اور نہ ہی حدیث سے۔تو بعض میں ان کا اجماع اور بعض پر اختلاف ہوا۔جس چیز پر ان کا اجماع ہوا تو کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس میں اختلاف کرے۔مسئلہ فروعی ہے لیکن اجماع ہو چکا ان کا، اب کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ ان کے اجماع کی مخالفت کرے؟''وما اختلفوا فيه''(اور جس میں ان کا اختلاف ہوا)''فصاحب الشرع هو الذي سوغ لهم هذا النوع من الاختلاف''(تو صاحب شریعت نے اس اختلاف کو ان کے لیے سوغ فرمایا ہے یعنی یہ اختلاف ان کے لئے درست ہے)۔اگر یہ جائز نہ ہوتا تو کبھی ان کو توفیق نہ ہوتی شیخ صاحب رحمہ اللہ یہ کہنا چاہتے ہیں۔''حيث أمرهم بالاستنباط وبالاجتهاد''۔کس طریقے سے ان کے لیے سائغ ہے؟ فرماتے ہیں (کیوں کہ ان کو حکم دیا ہے کہ وہ نصوص میں سے مسائل کو استنباط کریں، اجتہاد کریں)''مع علمه بأن ذلك يختلف''(یہ جانتے ہوئے کہ سمجھ مختلف ہے سب کی)۔اب نص نہیں ہے نہ قرآن سے نہ حدیث سے حکم دیا گیا ہے کہ مسائل تم نے نکالنے ہیں﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(النحل:43)اہل ذکر علم والے ہیں۔عامی شخص کیا کرے گا مسئلہ خود نہیں استنباط کر سکتا کس سے پوچھے گا؟اہل ذکر سے، اہل علم سے پوچھے گا۔اہل علم کے پاس کوئی واضح نص نہیں ہے، کوئی دلیل نہیں ہے تو کیا

کرے گا؟میرے پاس جواب نہیں ہے جاؤ؟وہ ان مسائل نصوص جو موجود ہیں قرآن وسنت کے اس مسئلے کے تعلق سے جو سامنے پیش کیا گیا ہے ان میں غور وفکر کر کے جدوجہد کر کے استنباط کر کے مسئلے کا جواب دے دیتے تھے۔تو یہ کس نے ان کو اجازت دی ہے؟اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے پیارے ﷺ نے ان کو اجازت دی ہے ورنہ اجازت نہ ہوتی استنباط کی تو کون جرأت کرتا اپنی مرضی سے،کوئی مسئلہ کا استنباط کرتا جس کی کوئی دلیل نہ ہو۔اور پھر شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے اصابت کی،جس نے صحیح مسئلے کو بیان کیا ہے دلیل کی بنیاد پر تو اس کو دگنا اجر ہے اور جس نے خطا کی ہے اس کو ایک اجر ملا ہے اور وہ اس لئے کیوں کہ اجتہاد میں خطا کا امکان ہوتا ہے اور جو خطا اس نے کی ہے اس کا جو گناہ ہے وہ اس سے رفع ہو گیا اور ختم ہو گیا۔

کچھ سمجھ میں آیا؟آگے میں تفصیل سے بیان کرتا ہوں لیکن ابھی یہاں تک یہ دیکھ لیں۔تو ان آیات کریمہ سے اور امام بیہقی کے اس قول سے کچھ بات سمجھ میں آئی ہے؟کیا سمجھ میں آیا ہے؟کہ سلف کے اقوال سارے ایک جیسے نہیں ہیں اور سارے اقوال مطلقاً حجت نہیں ہیں۔ٹھیک ہے نا۔مطلقاً اگر کوئی شخص کہے کہ فہم سلف حجت ہے مطلقاً۔نہیں مطلقاً نہیں ہے اور کسی نے کہا بھی نہیں ہے مطلقاً۔جیسے کہ ان کے اقوال کی صورتیں مختلف موجود ہیں،ویسے اس پر حکم بھی حجیت کا یا حجت ہے یا نہیں وہ بھی اسی اعتبار سے مختلف ہے۔آیئے دیکھتے ہیں سلف کے اقوال کی کتنی صورتیں ہیں اور اس سوال کا کیا جواب ہے کہ کیا جو کچھ بھی سلف سے ہمیں ملا ہے وہ حجت ہے؟جو کچھ ملا حجت ہے؟جو کچھ بھی ملا سلف سے قول یا فعل حجت ہے ہمارے لیے؟مطلقاً نہیں،یاد رکھیں،مطلقاً معنی یہ ہے کہ فوراً عمل کرنا شروع کر دو اس پر جیسے قرآن اور حدیث ہے۔تو جواب تفصیل سے آیئے دیکھتے ہیں کہ تفصیل کیا ہے؟سلف کے اقوال کی چند صورتیں ملاحظہ فرمائیں۔

1۔جس مسئلے میں اجماع ہو تو وہ حجت ہے بالاطلاق،مسئلہ میں اجماع ہو چکا ہے حجت ہے مطلقاً دلیل ''لا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلالَةٍ''۔﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾۔بہت سارے دلائل ہیں کہ آپ نے سوال کیا اہل ذکر سے،وہ جواب دیتے ہیں،ان کا جواب معتبر ہو جاتا ہے،خاص طور پر جن مسائل میں اجماع ہو جائے تو پھر ان کا قول حجت ہو جاتا ہے۔اس کی مثال،مثال اصول عقیدہ کے تعلق سے جتنے بھی مسائل ہیں۔مثال کے طور پہ ''اللہ تعالیٰ

عرش پر مستوی ہوا''سلف میں کسی ایک شخص نے بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، اتباع تابعین، تین بہترین زمانے کی ہم بات کر رہے ہیں، جن کو سلف کہا جاتا ہے۔ایک ان میں سے ایک نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی نہیں ہے یا اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے۔ کسی ایک نے کہا استوی کا معنی استولیٰ ہے؟ایک سے تو دکھا دیں نا! جب کسی سے ثابت نہیں ہے تو کیا باقی بچتا ہے؟اجماع۔اس مسئلے کو ذکر کیا کہ نہیں کیا؟ سلف نے ذکر کیا ہے نا۔جب بھی ذکر کیا یہی بات کی یا اس کے مخالف کوئی بات کی؟اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور استوی کا معنی استویٰ ہے استولیٰ نہیں ہے۔اگر کسی سے استولیٰ کا لفظ سن لیتے یا کوئی کہہ دیتا اس زمانے میں تو آج درج بھی ہوتا۔ باقی چیزیں محفوظ و موجود ہیں یہ موجود نہ ہوتا۔اس کا مطلب یہ تھا ہی نہیں اور ممکن بھی نہیں ہے۔ سبحان اللہ۔

اہل التعطیل نے آیات اور احادیث کی تاویل کی لیکن فہم سلف کی تاویل نہ کر سکے۔ایک یہ بات سمجھ لیں ذرا۔اہل بدعت نے کیا کیا؟آیت کی تاویل کر لی نا۔استوی کا معنی استولیٰ معتزلہ نے کہا۔ کس نے کہا؟اخطل نصرانی نے کہا۔ایک کرسچن ہے اخطل نے کسی شعر میں کہہ دیا وہ بھی اس کی طرف منسوب ہے حقیقتاً اس کے دماغ میں بھی نہیں آتا یہ پتہ بھی نہ چلا یہ کس کا شعر ہے لیکن کسی کہہ دیا''استوی بشر علی العراق ، من غیر سیف ولا دم مھراق''کہ بشر جو ہے وہ عراق پر قابض ہوا۔تو اس نے کہا''استوی بشر''معنی استولیٰ (قابض ہوا)۔ایک شعر کو آپ آیت کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور اسے دلیل بنا رہے ہیں، یہ فہم جو ہے فہم سلف سے ٹکرانے والی فہم ہے، مخالف سمت والی۔ فہم سلف واضح ہے۔تو ان لوگوں نے کیا کیا؟ فہم سلف کو تو تاویل نہ کر سکے، رد نہ کر سکے، کوئی دلیل نہیں ہے، تو پھر کیا کیا؟ دلیل کو ہی غلط تاویل دے کر، تحریف کر کے، اپنی غلط بات کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اور جب اجماع ان کے سامنے آگیا اور اجماع حجت ہے، واضح ہے تو ان کے پاس کوئی اور بچنے کا ذریعہ نہ رہا اور اس طریقے سے سوائے خاموشی کے ان کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔جب بھی وہ بات کرتے ہیں تو سلف کا اجماع ان کے سامنے آجاتا ہے۔ نصوص تو پہلے بھی موجود تھے بار بار بیان کئے گئے ہیں لیکن جب اجماع سامنے آگیا، اب اس اجماع کے سامنے وہ کچھ کہہ نہ سکے۔ کیوں؟ کیوں کہ جو ان کی، اہل بدعت کی مخالفت کر رہے ہیں وہ ان سے زیادہ افضل ہیں، بہتر ہیں، علم میں، عمل میں، اخلاص میں، تقویٰ

میں، فضل میں، مکانت میں ہر اعتبار سے ان سے بہتر ہیں کہ نہیں؟ تو ان کے پاس کیا رہا؟ سوائے ہٹ دھرمی کے اور ضلالت و بدعت کے کچھ رہا؟ کچھ نہ رہا۔

اور حقیقت میں اہل بدعت نے جب یہ راستہ اختیار کیا، تو یہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ ﴾ (جن میں زیغ ہے، خرابی ہے، کجی ہے)۔ کیوں کہ انہوں نے متشابہ کی اتباع کی ہے محکم کو چھوڑ دیا ہے اور آپ ﷺ فرماتے ہیں ان کے تعلق سے "فَاحْذَرُوهُمْ"۔ اور سلف خود بھی ان سے دور ہوئے اور ان سے تحذیر بھی کی کہ نہیں "فَاحْذَرُوهُمْ" پر عمل کیا کہ نہیں کیا؟ تو گویا کہ فہم سلف کی بنیاد قرآن و سنت ہے، باہر سے کوئی چیز نہیں ہے۔ اور جو سلف الصالحین ہیں، اس مسئلے میں، اس مثال میں، کون ہیں؟ ﴿ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ ﴾ جنہوں نے متشابہ کو لیا اور واپس کیا محکم کی طرف اور یہ وہ ہیں جن کے تعلق سے آپ ﷺ فرماتے ہیں "عَلَي مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" یا "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ" اور جتنی بھی احادیث اس ضمن میں ہیں وہ ساری کی ساری یہاں پر واضح دلیل بن جاتی ہیں۔

2۔ دوسری صورت، سلف کے اقوال یا افعال کی دوسری صورت، جس میں کوئی خلاف واقع ہوا سلف کے بیچ میں۔ پہلا مسئلہ اجماع کا ہے ہو گیا، واضح ہے۔ دوسرا جس میں اجماع نہیں ہے اختلاف ہوا اور دلیل موجود ہے اور دونوں میں سے ایک کا قول دلیل کی بنیاد پر ہے دوسرے کا قول دلیل کے مخالف ہے۔ کیا ممکن ہے کہ سلف میں سے صحابی ہو اور دلیل کے ہوتے ہوئے اس کے مخالفت کرے ممکن ہے؟ ممکن ہے، رفع الملام کا رسالہ یہی تو شرح کیا تھا پورا۔ یہ رسالہ کس لیے شرح کیا تھا؟ "رفع الملام عن الأئمة الأعلام" یاد ہے؟ دس سے زیادہ وجوہات شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہیں کہ ممکن ہے کہ حدیث ملی نہیں ہے اس کی مخالفت ہوئی ہے یا ملی ہے تو ضعیف ہے ان کے نزدیک یا کوئی بھی جتنے بھی انہوں نے یہ اسباب بیان کئے ہیں۔ تو جس مسئلے میں سلف کا اختلاف ہوا اور ان میں سے ایک حق پر ہے یعنی دلیل پر قائم ہے تو اس کی اتباع کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ سمجھیں، یہاں پر حجت ہے کس کا قول؟ جس کا قول دلیل کی بنیاد پہ ہے، ورنہ آپ یہ بھی چھوڑ دیں تو پھر دلیل کو چھوڑنا ہے۔ جب سلف کے اقوال آپس میں ٹکرا جاتے ہیں کسی مسئلے میں دونوں کو چھوڑنا درست ہے؟ یا دونوں کو چھوڑ دیں گویا کہ دلیل کو بھی چھوڑ دیں۔ دلیل تو موجود ہے ایک دلیل کے مطابق

ہے لیکن دوسرا دلیل کے مخالف کہہ رہا ہے اب مخالف کے پاس کوئی نہ کوئی عذر ہے تو اس نے کیا ہے۔ وہ عذر کچھ جو اس نے بیان کیا ہے باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ ہے سلفی عالم، زندگی ساری اس نے اسی علم میں صرف کی ہے دین کی خدمت میں صرف کی ہے علم اور تعلیم میں صرف کی ہے متقی ہے پرہیزگار ہے اللہ سے ڈرنے والا ہے، تو مخالفت کیوں کی ہے؟ کوئی وجہ ہے تو اس نے مخالفت کی ہے نا۔ تو ہم اس کے قول کو نہیں لیں گے لیکن سلفیت میں سے خارج بھی نہیں ہوگا وہ شخص کیونکہ ہے وہ اہل سنت والجماعت کا عالم، سلفی عالم اور مسئلہ بھی عقیدے سے تعلق نہیں رکھتا، پہلی بات۔

دوسرا: دلیل کی جو مخالفت ہوئی ہے تو ہم اس عالم یا اس شخص کا قول لیں گے جو دلیل کے مطابق ہے۔ اس کی مثال رفع الملام میں تقریباً بیس مثالیں ہیں ان میں سے ایک میں بیان کرتا ہوں تیمم کے تعلق سے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جنابت کی حالت میں تیمم کو درست نہ سمجھتے تھے فتویٰ اس کے خلاف دیتے تھے کہتے تھے کہ تیمم جائز نہیں ہے۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی سامنے حدیث رکھی لیکن ایسے بھولے سبحان اللہ کہ یاد ہی نہ آیا، کہتے ہیں نہیں، یہ نہیں ہوا۔

اب ایک صحابی اور دیگر صحابہ جو ہیں، سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ان کا فتویٰ ہے۔ مسئلہ کیا ہے کہ کیا جنابت کی حالت میں تیمم کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ یہ مسئلہ ہے۔ جواب، ہاں بالکل جائز ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔ یہ ان کا اجتہاد ہے، مجتہد، عالم، صحابی ہیں، متقی پرہیزگار، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، اولیاؤں کے اور علماؤں کے وہ امام ہیں سردار ہیں لیکن اجتہاد یہاں پر غلط ثابت ہوا۔ دوسرے جو سلف میں سے جو صحابہ یہ کہہ رہے ہیں کہ تیمم جائز ہے، ان کا قول دلیل کے مطابق ہے کہ مخالف ہے؟ مطابق ہے۔ تو دونوں میں سے کس کا قول ٹھیک ہے؟ ان صحابہ کا جو کہتے ہیں کہ جائز ہے جو دلیل کے مطابق ہے، یہ حجت ہوا کہ نہ ہوا؟ حجت ہوئی۔ یہاں بھی قول سلف ہے، یہاں بھی جو فہم سلف ہے جو اس نص کے مطابق ہے اور یہ قول جو ہے حجت ہے دوسرا حجت نہیں ہے۔ اور اسی طریقے سے کئی مسائل ہیں جو شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے ہیں معتدہ کا مسئلہ ہے یا دوسرے مسائل ہیں وہ دیکھ لینا رفع الملام سے۔

3۔ تیسری صورت جو اسی کے اندر شامل کی جاتی ہے اس لیے میں اسی کے اندر شامل کر رہا ہوں الگ نہیں کر رہا ہوں کہ قول الصحابی و فعل الصحابی کب حجت ہوتا ہے؟ دو شرطوں پر۔

1۔ نص کی مخالفت نہ ہو۔

2۔ کسی اور صحابی نے مخالفت نہ کی ہو۔

نص کے مخالف نہ ہو، ابھی میں نے مثال بیان کی ہے تیمم والی مثال۔ جیسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ داڑھی سے کچھ لیتے تھے۔ بعض علماء نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو لے لیا ہے اور داڑھی کاٹتے ہیں، یہ بھی ایک قول ہے، دلیل کیا ہے؟ کہ یہ سلف کا فعل ہے۔ کون سا فعل ہے سلف کا؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ہے اور ان کا فعل جو ہے یہ ایک وجہ تھی جب حج یا عمرہ کرتے تب سر کے بالوں کے ساتھ داڑھی بھی کاٹ لیتے تھوڑی سی۔ تو اگر اس پر عمل بھی کریں تو ویسا عمل کریں ناں۔ وہ نسک سمجھتے تھے حج یا عمرے کا یعنی حج یا عمرے کا حصہ سمجھتے تھے کہ سر کے بال کٹوانے ہیں یا منڈوانے ہیں ویسے داڑھی کو بھی کاٹ دینا ہے ساتھ۔ ان کا اجتہاد ہے جو نص کے بالکل مخالف ہے۔ اور سلف الصالحین فرماتے ہیں "وَأَعْفُوااللِّحَى، أرخُوا اللِّحَى، وفِرُوا اللِّحَى" کئی ایسے الفاظ ہیں جس میں فعل امر ہے۔ تو یہاں پر صحابی ہیں ان سے مخالفت ہوئی ہے نص کی۔ ہم کہتے ہیں مجتہد ہیں لیکن نص کے ہوتے ہوئے جب ایک صحابی یا کوئی سلف میں سے کوئی عالم عالم نص کے خلاف کوئی اجتہاد کر کے کوئی مسئلہ بیان کرتا ہے وہ مسئلہ ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ اور کس چیز کو پکڑ لیتے ہیں؟ جو نص کے مطابق جواب ہے وہ ہم لے لیتے ہیں۔

اور دوسری شرط کہ دوسرے صحابی مخالفت نہ کریں، اس کی مثال سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ (صحیح بخاری کی روایت ہے) طواف کر رہے تھے تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاروں ارکان کو ہاتھ لگایا، کعبہ کے ارکان کو جو کعبہ کے چار رکن ہیں، چاروں کو ہاتھ لگایا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں کوئی چیز مہجور نہیں ہے کوئی چیز بے برکت نہیں ہے۔ مسند احمد میں آگے اس قصے کا جو تکمیلہ ہے اس قصے کا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ صحیح بخاری میں بھی ہے اور مسند احمد

میں بھی ہے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(الاحزاب/21) (آپ لوگوں کے لئے آپ ﷺ جو ہیں بہترین نمونہ ہیں)۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''صدقت''(آپ نے سچ فرمایا)اور فوراً رک گئے۔

تو اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سلف کا اختلاف ہوا،ایک صحابی نے چاروں ارکان کو مبارک اور بابرکت سمجھا ،ہاتھ لگا رہے تھے دوسرے صحابی نے مخالفت کی اور دلیل پیش کی۔دلیل یہ نہیں کہ ہاتھ نہ لگاؤ۔ایک عام دلیل بیان کی ہے،جب آپ ﷺ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں،انہوں نے یہ عمل نہیں کیا تو آپ کیوں کر رہے ہیں؟ یہاں پر ایک صحابی نے دوسرے صحابی کے خلاف بات کی ہے تو معتبر کس کا قول ہے؟جو نص ہے،نص تو نہیں ہے یہاں پہ لیکن یہ ایک عام دلیل ہے جس کے اندر یہ بات بھی شامل ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے جب طواف کیا تھا ہاتھ نہیں لگایا تھا سوائے کس کے؟ حجر اسود کے۔رکن یمانی، حجر اسود کو بوسہ دیا یا ہاتھ لگا کر بوسہ دیا،رکن یمانی کو صرف ہاتھ لگایا بوسہ نہیں دیا،نہ اشارہ کیا۔یہ طریقہ ہے سنت کا اور سلف نے اس کی اتباع کی ہے۔

یہاں پر ایک شرط نہیں ہے۔اب ایسی مثال جس میں ساری شروط ہوں،دونوں شرطیں ہوں،تو ہم کہیں گے کہ قول معتبر ہے،حجت ہے۔اس کی مثال موطاء امام مالک میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''من ترك نسكاً أو نسيه فليرق دماً''(جس نے حج کے نسک میں سے حصوں میں سے کوئی چیز چھوڑ دی ہے،حج کے واجبات میں سے کوئی چیز چھوڑ دی ہے یا بھول گیا ہو تو وہ ایک خون بہائے یعنی بکرا ذبح کرے)۔اب یہاں پر یہ صحابی کا قول ہے،مخالفت کسی نے کی نہیں ہے اور یہ قول حجت بن چکا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص حج یا عمرہ میں کوئی غلطی کرتا ہے،واجب چھوٹ جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تم پر دم واجب ہو گیا ہے۔کہتے ہیں کہ نہیں؟دلیل کیا ہے،مجھے کوئی بتائے گا؟واجب چھوٹ جانے پر دم کی دلیل کیا ہے؟یہی حدیث ہے یہ قول ہے۔

شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اثر جو ہے حقیقتاً في حكم المرفوع ہے۔صحابی نے یا کس نے بتایا کہ اس میں دم واجب ہے؟کہ انہوں نے آپ ﷺ سے کہیں سنا ہے لیکن یہاں پر یہ نہیں کہا کہ آپ ﷺ سے میں نے سنا ہے''لم يرفع الى النبي صلي الله عليه وآله وسلم''تو اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ صحابی کا قول ہے یا آپ ﷺ کا فرمان ہے۔جس نے کہا صحابی کا قول ہے تب بھی حجت مان لیا جس نے کہا کہ حدیث مرفوع ہے اس نے بھی حجت مان لیا۔میں ان کی بات کر رہا ہوں

جو کہتے ہیں کہ نہیں یہ اثر ہے اور حدیث نہیں ہے، تب بھی حجت ہے کہ نہیں؟ کیوں؟ کیوں کہ نص کے مخالف نہیں ہے، کسی نص میں آیا ہے کہ خون نہ بہاؤ یا بکرا ذبح نہ کرو۔ اگر کوئی نسک چھوٹ جائے، بکرا ذبح نہ کرو اگر کوئی دلیل ہوتی تو ہم یہ کہتے کہ یہاں پر صحابی کا قول ہے، نص کے مخالف ہے اور یہ ہے نہیں یا کسی اور صحابی نے اس کی مخالفت کی ہے؟ کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لیے یہ ثابت ہوا کہ یہ حجت ہے۔

4۔ اختلاف واقع ہوا سلف کا کسی مسئلے میں، جس میں کوئی دلیل نہیں ہے یا دلیل ہے لیکن صریح نہیں ہے۔ ذرا غور سے سمجھیں۔ پہلے میں اجماع ہے، دوسرے میں اختلاف دلیل موجود ہے۔ تیسرے میں قول صحابی کا حجت ہے یا نہیں ہے، کب حجت ہے اور کب نہیں ہے۔ چوتھا قول جو ہے ابھی کہ مسئلے میں اختلاف ہوا، دلیل موجود نہیں ہے یا ہے تو صریح نہیں ہے، اسے کہتے ہیں المسائل الاجتہادیہ۔ اجتہادی مسائل جس میں کوئی نص نہیں ہے یا کوئی واضح نص نہیں ہے، اور اس میں دونوں اقوال میں سے یا جتنے بھی اقوال ہیں سلف کے ان میں سے کسی کو غلط نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ واضح دلیل اس میں ہے نہیں اور بعض کا فہم بعض پر حجت بھی نہیں ہوتا۔ یہ نہیں کہ ایک صحابی کا قول حجت ہے دوسرے کا حجت نہیں ہے، جب دلیل ہے نہیں۔ ہاں مرجحات موجود ہیں عوام عام نصوص کے جو قریب تر قول ہے جو آپ کا تقویٰ کہتا ہے کہ اس صحابی کا قول یا اس سلف میں سے عالم کا قول آپ صحیح سمجھتے ہیں آپ اس کو لے لیں لیکن دوسرے پر انگلی نہ اٹھائیں کہ اس نے غلط کیا ہے، کیونکہ اس نے غلط فیصلہ کیا ہے یا غلط فتویٰ دیا ہے۔ آپ کے پاس ثبوت کیا ہے کہ غلط ہے؟ دلیل تو ہے نہیں اور عمومات میں سے آپ کی فہم ہے، ان کی بھی فہم ہے تو دونوں میں سے کس کی فہم زیادہ قوی ہے؟ آپ جو انکار کر رہے ہیں یا وہ جس نے اپنی فہم کے مطابق جب نص موجود نہیں تھا، اجتہاد کر کے اس مسئلے کو بیان کیا ہے۔ تو ہماری کیا حیثیت ہے آج کے زمانے میں اور ان کا کیا علمی درجہ تھا اس زمانے میں؟

چند مثالیں:

1۔ کیا اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا دنیا میں کہ نہیں کیا؟ جواب کیا ہے؟ نہیں کیا۔ بعض نے کہا کیا ہے، اگرچہ عقیدے کے تعلق سے یہ مسئلہ ہے لیکن عقیدے کے اصول میں سے ایک فروعی مسئلہ ہے، پہلی بات یہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے اس میں جو دلائل ہیں واضح دلیل نہیں ہے کہ دیکھا ہے یا نہیں دیکھا ہے۔ ایک روایت میں ہے "نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ" نور ہے کہاں دیکھا ہے میں نے؟ اور ایک میں "رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ" (میں نے اپنے ربّ کو

دیکھا ہے اُحسن صورۃ میں) تو اس میں احتمال ہیں معنی کے۔ کہ خواب میں دیکھا ہے، حقیقتاً دیکھا ہے، کیسے دیکھا ہے، جب ''نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ'' نہیں دیکھا نور ہے کیسے دیکھا ہے میں نے؟ تو نور کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا؟ تو اس میں پھر اختلاف ہو گا کیوں کے واضح نص نہیں ہے۔ تو یہاں پر کس کا قول، ہم یہ کہتے ہیں ''أقرب الى الدليل'' جیسے کہ ابھی ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اپنے دل سے دیکھا ہے آنکھوں سے تو کوئی نہیں دیکھ سکتا دنیا میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَنْ تَرٰىنِيْ﴾ (الاعراف/143) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق سے کہ (مجھے کبھی نہیں دیکھو گے)۔

یعنی دنیا میں کوئی نہیں دیکھے گا لیکن جنت میں اجماع ہے اہل سنت والجماعت کا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار میں ہو گا اور سب سے عظیم نعمت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہو گا کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے جنت الفردوس میں داخل بھی کرے اور ہم سب کو جیسے کے اس چھت کے نیچے جمع کیا ہے اور اپنے دیدار سے بھی ہمیں شرف بخشے۔

2۔ دوسری مثال اختلاف ہے دلیل نہیں ہے یا ہے تو واضح نہیں ہے۔ پہلے بھی میں نے بیان کیا ہے، رکوع کے بعد، سر اٹھانے کے بعد، ہاتھ سینے پر رکھنے ہیں یا چھوڑنے ہیں؟ ایک ہی حدیث ہے آپ ﷺ کا فرمان کہ (جب تک سارے کے سارے جوڑ اپنی جگہ پر واپس نہیں آجاتے)۔

ایک فریق نے کہا، ہاتھ چھوڑ دیں دوسرے نے کہا ہاتھ سینے پر رکھ لیں۔ اب یہ اختلاف واضح نص ہے کہ ہاتھ سینے پر رکھو یا چھوڑ دو؟ نہیں ہے۔ اس حدیث میں احتمال ہے۔ ایک گروہ نے کہا کہ جوڑ واپس آجائیں کہ جیسے نماز سے پہلے کی حالت ہوتی ہے۔

دوسرے گروہ نے کہا کہ ''جوڑ واپس آجائیں کہ جیسے نماز کے اندر کی حالت ہوتی ہے''۔

اور قول راجح، جو میں سمجھتا ہوں، أقرب إلى الدليل جو میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ نماز کے اندر کیوں کہ ہاتھ آپ چھوڑتے نہیں ہیں، تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ فوراً باندھ لیتے ہیں یا پھر گھٹنوں پہ ہوتے ہیں یا پھر زمین پہ ہوتے ہیں یا پھر رانوں پہ ہوتے ہیں یا کاندھوں کے برابر ہوتے ہیں، جب رفع یدین کرتے ہیں تو یہ صورتیں نماز کے اندر رفع یدین کی ہیں، یہ ہاتھ کی۔ تو اس میں چھوڑنے کا ایک جگہ بھی ذکر نہیں ہے۔ جو دوسرا قول ہے وہ بھی بدعتی نہیں ہیں، نہ وہ غلطی پر ہے

اس لیے کہ وہ قول بھی ثابت ہے کیوں کہ یہاں پر واضح دلیل نہیں ہے، تو اس پر کیا کہا جائے کہ دونوں میں سے کسی کا قول کسی پر حجت نہیں ہے، حجت تب ہوتا جب نص کے مطابق ہوتا یا اجماع ہوتا یہاں نہ اجماع ہے نہ نص کے مطابق ہے۔

3۔ تیسری مثال کوئی جانتا ہے موزے والی؟ رکوع میں رکعت والی یا دوسری مسح کی میں نے مثال بیان کی تھی۔ میں مثالیں اس لیے بار بار دہرا رہا ہوں کہ طالب علم کو یاد آئے۔ آپ کو جب بات پانچ مرتبہ بیان کرتا ہوں پھر فنگر ٹپس پر یاد آجائیں گی آپ کو۔ مثالیں اور بھی تھیں لیکن وہی مثالیں کیوں بار بار بیان کر رہا ہوں، وہی دلائل کیوں بار بار بیان کر رہا ہوں میں ؟ وہی چیز دیکھی آپ نے یہ وہی چیز ہے نا لیکن ایک نیا انداز ہے تاکہ آپ کو فنگر ٹپس پر یاد ہو جائیں۔ موزے پہننے کی دلیل ہے، اس میں مسح کرنے کی بھی دلیل ہے، وقت کی بھی دلیل ہے، کب اتارنے ہیں لیکن مسح کب کرنا ہے؟ وقت کب شروع ہوتا ہے؟ ایک اور مسئلہ۔ موزے پر مسح کرنے کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ یہ کسی حدیث میں آیا ہے؟ کوئی دلیل ہے؟

ایک گروہ نے کہا جب آپ موزہ پہنتے ہیں تب سے آپ ٹائم دیکھ لیں۔

دوسرے نے کہا نہیں جب تک آپ اس پر ایک دفعہ مسح نہیں کر لیتے تب سے وقت شروع نہیں ہوتا۔

دونوں میں سے کون سا ٹھیک ہے؟ دونوں ٹھیک ہیں لیکن أقرب إلي الصواب کیا ہے؟ شیخ ابن العثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب مسح کیا تب وقت شروع ہوا ناں۔ آپ نے ویسے ہی موزہ پہنا، مسح نہیں کیا، موزہ پہنا ہوا ہے اور طہارت پر پہنا ہے، شرط یہ ہے۔ موزہ طہارت پر پہنا ہے۔ کیا وقت شروع ہوا کہ نہ ہوا؟ وقت شروع کب ہوگا؟ اختلاف ہے۔ تو جو گروہ یہ کہتا ہے کہ جب آپ ایک دفعہ مسح کر لیں گے اب یہ آپ کا زیرو پوائنٹ ہے، یہاں سے دیکھیں وقت، چوبیس گھنٹے مقیم کے لیے، تین دن، تین راتیں جو ہیں وہ مسافر کے لیے ہیں۔ اختلاف ہوا، نص موجود ہے؟ نہیں ہے۔ اختلاف اس لیے ہوا ہے کہ ایک سمجھا ہے کہ جب سے پہنا ہے تب سے وقت شروع ہوا، دوسرے نے سمجھا ہے، نہیں جب تک مسح نہ ہو تب تک ہم وقت نہیں کاؤنٹ کر سکتے۔ تو دونوں میں سے جو أقرب إلي الدليل ہے وہ یہ ہے، جو سمجھ میں آتا ہے کہ جب مسح آپ کر لیں تب آپ کا وقت شروع ہوتا ہے۔ تو کیا دوسرے غلط ہیں یا بدعتی ہیں؟ نہیں، کوئی غلط نہیں ہے، کوئی بدعتی نہیں ہے۔ یہ اِن کا تقویٰ، اِن کا علم ہے اور یہ اُن کا تقویٰ، اُن کا علم ہے۔

4۔ چوتھی مثال بلکہ دلیل وہی بنو قریظہ کی نماز، عصر کی نماز۔ اب دونوں میں کون سے ٹھیک ہیں؟ دونوں ٹھیک ہیں۔ آپ ﷺ کی خاموشی ہے۔ کیوں کہ دلیل تو ہے لیکن کیا واضح دلیل ہے؟ یعنی دوسروں کے پاس بھی دلیل ہے کہ وقت پر نماز پڑھنی ہے تو استنباط کرنا فہم کے لیے ضروری ہے۔ جو استنباط کر کے مسئلے کو بیان کرتے ہیں، شریعت کے نصوص میں سے، تو وہ غلط نہیں ہوتے ہمیشہ۔ اس کا ثبوت یہی دلیل ہے۔ ایک گروہ نے وقت پر نماز پڑھی راستے میں اگرچہ ظاہراً آپ ﷺ سے مخالفت ہوئی۔ ظاہراً مخالفت ہوئی کہ نہیں ہوئی، راستے میں پڑھنے والی؟ اور جنہوں نے قضا پڑھی، اور بنو قریظہ میں پڑھی، ظاہراً انہوں نے مطابقت کی، مخالفت نہیں کی لیکن آپ ﷺ کی خاموشی نے ہمیں سبق سکھایا ہے کہ دونوں ٹھیک ہیں۔ استنباط بھی غلط نہیں ہوتا جب قرآن و سنت کی روشنی میں ہو اگر قرآن و سنت کی روشنی میں نہ ہو ،اپنی عقل، اپنے وجدیا اپنے کشف یا کسی اور بنیاد پہ ہو تب غلط ثابت ہوتا ہے، تب وہ مخالف ہوتا ہے قرآن و سنت کے۔

5۔ پانچویں صورت سلف کے اقوال کی ''قول الصحابي اذا كان في حكم المرفوع'' صحابی کا قول جب حکم مرفوع کی بنیاد پر ہو تو حقیقتاً یہ قول سلف نہیں ہے اور نہ ہی فہم سلف ہے یہ حدیث رسول ﷺ ہے۔ اس کی مثال بعض علماء نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو جو میں نے ابھی بیان کیا ہے واجب چھوڑنے پر حج یا عمرے میں بکرا ذبح کرنا، اگرچہ اختلاف ہے لیکن کئی ایسے اور مسائل ہیں جس میں سے مثال کے طور پر جنازے کی نماز میں رفع یدین کرنا، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے یا جب کوئی صحابی کسی امر غیب کے تعلق سے کوئی بات کرے تو حقیقتاً یہ ان کا اپنا قول نہیں ہے ورنہ غیب تو آپ ﷺ، نبی بھی جانتا ہے، وہ غیب جو وحی کے ذریعے سے نبی کو پہنچتا ہے، مطلقاً نہیں۔ تو صحابی کو کس نے بولا ہے؟ ظاہر ہے اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے صحابی، تو حکم مرفوع ہوتا ہے۔ حکم مرفوع کی مصطلح حدیث میں کئی ہم نے مثالیں دی ہیں اس میں سے ایک مثال علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں رکوع کے مسئلے میں۔ جب کوئی شخص، جب امام رکوع میں ہوتا ہے اور مقتدی رکوع میں شامل ہو جاتا ہے تو کیا اس کی یہ رکعت ہو گی یا نہیں ہو گی؟ یہ بھی اختلاف ہے اس میں لیکن علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جمعہ کے خطبے میں فرماتے ہیں یہ سنت میں سے ''من السنة'' جب ''من السنة'' لفظ ہے تو سمجھ لیں آپ کہ مرفوع ہے یہ محدثین کا قاعدہ ہے۔ یہ سنت میں سے ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور امام رکوع کی حالت میں ہو تو وہ شخص رکوع میں شامل ہو جائے

اس کی وہ رکعت جو ہے وہ ہو جاتی ہے، وہ رکوع میں شامل ہو جائے۔ تو یہ روایت جو ہے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے لیکن ان کا یہ فرمان ''من السنة'' یہ حکم مرفوع میں ہو گیا۔ تو یہ حقیقتاً صحابی کا قول نہیں ہے بلکہ اسے حدیث سمجھا جاتا ہے۔

6۔ چھٹا قول چھٹی صورت اقوال سلف کی، جمہور سلف کا قول اجماع نہیں ہے لیکن جمہور زیادہ تر سلف کا کسی مسئلے پر ایک ہی قول موجود ہے، بہت کم نے ایک یا دو نے بہت کم نے اس کی مخالفت کی ہے، خاص طور پہ بعض عقیدے کے مسائل میں۔ یہ بات اس لئے میں کہہ رہا ہوں کیوں کہ جب یہ بات کی گئی تھی کہ عقیدے میں کوئی اختلاف نہیں ہے تو بعض لوگ ایک دو بعض باتیں لے کر آئے۔ مثال کے طور پر مرجئۃ الفقہاء اب انہوں نے اختلاف کیا کہ عمل کو انہوں ایمان سے خارج کر دیا ہے حقیقتاً۔ تو آپ جب کہتے ہیں کہ ایمان کی تعریف عقیدے کے اصولوں میں سے ہے تو یہاں پر اصولوں کی مخالفت ہو رہی ہے تو شیخ صالح آل شیخ حفظہ اللہ نے ''شرح العقیدۃ الطحاویہ'' کی شرح ابن ابی العز حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی پیاری تعلیقات اور شرح کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''اجماع عقیدے کے مسائل میں ویسا نہیں ہے جیسا کہ اجماع ہے فقہی مسائل میں''۔

یہ ایک علمی بات ہے سمجھنے والے کے لئے جو سمجھنا چاہے کہ اجماع عقیدے کے مسائل میں ویسا نہیں جیسا کہ فقہی مسائل میں ہے۔ عقیدے کے مسائل میں، اصولی مسائل میں اجماع کا مطلب یہ ہے کہ جمہور جو ہیں سلف کے وہ ایسے مسائل بیان کر رہے ہیں اپنی تالیفات میں پے در پے وہ مسائل بیان کرتے جائیں اور بعض لوگ آ کر ان کی مخالفت کریں تو ان کا ان مسائل کو ایک ساتھ بیان کرنا جمع کرنا پھر ایک ساتھ ان کو بیان کرنا اس کا معنی ہے کہ ان کا اطباق ہے ان مسائل میں جمہور کا۔ جو مخالفت کر رہے ہیں یہاں پر وہ بشر ہیں غلط فہمی ہو سکتی ہیں، ورنہ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کی فہم پرفیکٹ ہے سو فی صد، نہیں، آحاد میں سے فہمی غلطی ہو سکتی ہے لیکن جب یہاں پر جمہور ہے تو گویا کہ یہ جمہور اجماع کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اجماع حجت ہو جاتا ہے اس لئے ایک یا دو کی مخالفت ان اصولوں میں ان کا کوئی اعتبار نہیں بے اعتبار، غیر معتبر ہوتی ہے۔ تو دونوں جواب موجود ہیں۔ ایک تو عقیدہ اہل سنت میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے اور یہ مسئلہ جو ہے فروعی مسئلہ ہے، عقیدے کے اصول کا فروع سمجھا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں نہیں یہ اصولی مسئلہ ہے، یہ ایمان کا مسئلہ ہے یہ کیسے فروعی ہو سکتا ہے؟ یا بعض سلف جیسے امام قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ یا دوسرے ہیں ان کی طرف قدر کا انکار

منسوب ہے، حقیقتاً اگر تفصیل دیکھیں آپ اس کی تحقیق دیکھیں تو بات غلط ہے۔ ان کے بعض اقوال میں کچھ آیا ہے جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تقدیر کے منکر ہیں لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے تو پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر اس کو مان بھی لیا جائے تب جس پر صحابہ کا جمہور قائم ہو یا سلف کا جمہور ہو اگر ایک یا دو ان کی مخالفت کرتا ہے تو یہ مخالفت غیر معتبر ہوتی ہے اور یہی جو جمہور کا قول ہے اسے حجت سمجھا جاتا ہے۔ اس کی مثال میں آسان کر دوں، نص ہے اور ایک صحابی کا قول ہے یا سلف کا قول ہے، نص کے مخالف کوئی اعتبار ہے اس کا؟ کچھ بھی نہیں ہے۔ اجماع ہو چکا ہے، جمہور کا قول اجماع بن چکا ہے نا اور اب اس اجماع کے خلاف، اس عالم کا قول کوئی معتبر باقی رہتا ہے؟ نہیں رہتا ہے اور ان کا اجماع تو نہیں ہے۔ اجماع کیسے ہوا؟ وہ ہو گا تو اجماع ہو گا۔ عقیدے کے مسائل میں اس کو اجماع نہیں کہتے، عقیدے کے مسائل میں مختلف ہے۔ جس چیز پر وہ اکٹھے ہو جائیں اور اس کو بار بار بیان کریں اس کا اہتمام کریں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں ہزار شخص سے ملا اور بار بار ملا، ایک مرتبہ نہیں، ان مسائل میں، میں نے ان کو اختلاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا"۔ آپ خود سوچیں جن مسائل کا ذکر کیا، اور ان کو بیان کیا ہے، پھر ایک شخص آ کر ایک مسئلے کی مخالفت کر دیتا ہے، اب ان ہزاروں لوگوں کی بات کو جو بار بار سنی گئی ہے چھوڑ دیں اور ایک شخص کے قول کی وجہ سے ہم کہہ دیں کہ اس پر اجماع نہیں ہے لہذا حجت نہیں، معتبر نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ بڑی حماقت ہے، اس لئے ایسا طالب علم جس کا اللہ تعالیٰ نے دل کھول دیا ہے علم کے لیے، وہ تو سمجھ سکتا ہے اور جس کے دل پر بغض اور نفرت کے پردے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو پاک اور صاف کرے۔

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ چھ قول ہیں، جو موجود ہیں سلف کے۔ پہلا اور آخری حجت ہے، اجماع والا بھی حجت ہے اور آخری یہ جمہور والا قول بھی حجت ہے۔ باقی جو ہیں وہ اگر نص موجود ہیں اور مخالفت کرنے والا نص کے مطابق بات کر رہا ہے اور دوسرا مخالف، مخالفت نص کی کر رہا ہے تو جو نص کے مطابق بات کرے اس کا قول حجت ہے اور دوسرے کا قول حجت نہیں ہے اور اگر قول صحابی جو ہے وہ حکم مرفوع ہے تو وہ بھی حجت ہو جاتا ہے اس کے علاوہ جو ہے وہ حجت نہیں ہے۔ یہ منسوب ہے ان کی طرف حقیقتاً ثابت نہیں ہے۔ بہر حال اگر یہ ثابت بھی ہے، یہی میں کہہ رہا ہوں اگر ثابت بھی ہو تو اس میں آپ کو کئی مثالیں ایسی ملیں گی جو جمہور کی مخالفت بعض ایک یا دو نے کی ہے تو اس ایک یا دو کی مخالفت غیر معتبر ہوتی ہے کیوں کہ بشر ہیں اور اجتہادی غلطی کا امکان باقی پھر بھی رہتا ہے۔ ٹھیک ہے نا۔

فہم سلف سے مراد کیا ہے؟ یہ مقدمہ تھا فہم سلف کا۔ فہم سلف سے مراد، اچھا۔ یہ جو دوسرا جو قول تھا جو میں نے جمہور کی بات کی ہے اس کو اور اجماع دونوں کو کہتے ہیں ''مذہب السلف'' اس کو نوٹ کر لیں ذرا۔ ایک نئی ٹرم ہے مذہب السلف۔ پہلے کو اور اور چھٹے کو جو میں نے کہا حجت ہے۔ مذہب السلف یا تو اجماع ہو گا ان کا اور یا جمہور کا قول ہو گا عقیدے کے مسائل میں، اسے کہتے ہیں مذہب السلف۔ مذہب السلف یہ ٹرم آپ نے اکثر سنی ہو گی ''فہم سلف، مذہب السلف، منہج السلف''۔ فہم سلف کی بات کر رہے ہیں تو کچھ سمجھ آ گئی ہے، مزید ابھی سمجھاتا ہوں۔ مذہب السلف بیچ میں مجھے یاد آ گیا اس لیے بتا رہا ہوں۔ مذہب السلف کسے کہتے ہیں؟ جس مسئلے میں اجماع ہو یا جمہور کا قول ہو عقیدے کے مسائل میں، خاص طور پر میں کہہ رہا ہوں اسے مذہب السلف کہا جاتا ہے۔ اختلافی مسائل مذہب السلف نہیں ہوتا، وہ قول سلف ہوتا ہے قول فلان من السلف یا قول آحاد السلف۔ آحاد میں اور جمہور اور اجماع میں فرق ہے، جمہور اور اجماع کو مذہب کہا جاتا ہے اور دوسرے کو قول کہا جاتا ہے مذہب نہیں کہا جاتا ہے۔

ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فہم سلف سے مراد سلف کی نصوص شرعیہ کی سمجھ سے مراد یہ ہے، فہم سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے، تابعین واتباع وتابعین نے، یہ تین بہترین زمانے کے لوگوں نے جو سمجھا ہے ''مجموع النصوص الشرعیہ'' سے یا ''آحاد النصوص الشرعیہ'' سے، نصوص کو جمع کرنے کے بعد جو انہوں نے سمجھا ہے، ان نصوص کو جمع کرنے کے بعد یا الگ سے کسی آیت یا الگ کسی حدیث سے کچھ سمجھا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ کی مراد کے مطابق ہو جس کا تعلق مسائل دین سے ہو، چاہے وہ علمی ہو یا عملی ہو، چاہے عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں یا عبادات یا عادات سے، دین کا کوئی بھی مسئلہ ہو بات ہم سمجھ کی کر رہے ہیں یہ نہیں کہ صرف عقیدے کو سمجھا ہے اور باقی اصولوں اور فروعوں کو سمجھا نہیں ہے، نہیں پورے دین کو سمجھنا جو ان سے ہمیں ملا، یہ فہم ہمیں ملی ہے نا، چاہے وہ قول ہو یا فعل ہو یا تقریر ہو۔ ایک صحابی دوسرے صحابی کو کچھ کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو خاموشی اختیار کرتا ہے، تقریر ہے کہ اس نے اس کی ہاں میں ہاں شامل کی کہ نہیں، اگر غلط ہوتا تو فوراً ٹوکتے کیوں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کے شاگرد ہیں، براہ راست آپ ﷺ سے علم حاصل کیا ہے یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک صحابی غلطی کر رہا ہو اور دوسرا خاموشی اختیار کرے۔ تو قول فعل یا تقریر اور یہ اس چیز کے متقاضی ہے کہ ان کا اجماع ہو اس فہم پر یا ان کے

جمہور کا قول ہو، اجماع یا جمہور کا قول ہو۔ دو باتیں ہو گئیں، تیسری ایک نئی بات یہ بھی ہے یا ان میں سے آحاد کا قول ہو جو ظاہر بھی ہوا ہو، عام بھی ہوا ہو اور اس کا کوئی مخالف بھی نہ پایا گیا ہو۔ جب ہم کہتے ہیں نا کہ صحابی کے قول کب حجت ہوتے ہیں نص کے مخالف یا کوئی اور صحابی مخالفت نہ کرے، اس کی ایک شرط یہ ہے، بشرطیکہ یہ قول بالکل ظاہر ہوا ہو، عام ہوا ہو، سب نے سنا ہو یہ نہیں کہ اس نے ایک دفعہ بات کی مجلس میں پھر بات نہیں کی وہ حجت ہو گیا، نہیں۔ تو سب کے سامنے اس قول کا عام ہونا بھی ایک شرط ہے اور اس سے افراد الصحابہ یا افراد السلف کا اجتہاد خارج کر دیا ہے، داخل نہیں ہے فہم میں کیوں کہ وہ فہم سلف نہیں ہے، وہ آحاد السلف کا فہم ہے جیسے میں نے ابھی کہا ہے اور اس قول کو بھی خارج کیا جاتا ہے اس فہم سے، فہم سلف سے جو انہوں نے نصوص شرعیہ سے سمجھا ہے اور ان کا آپس میں اختلاف ہوا ہے یا ان کی آراء متعدد ہو چکی ہو ایک سے زیادہ یا وہ قول منتشر عام نہ ہوا ہو، ٹھیک ہے نا اور کسی کا قول ہو عام نہیں ہوا ہو یا بعض نے حق سے یعنی نص سے دوری اختیار کی ہو تو یہ حقیقتاً فہم صحابہ بھی نہیں ہے فہم سلف بھی نہیں ہے بلکہ اسے یہ کہا جاتا ہے کہ فہم بعض السلف یا قول آحاد السلف اور دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ فہم السلف اور فہم بعض السلف میں۔ یہ بات واضح ہو گئی۔

جو باتیں چھ پوائنٹ میں نے بیان کیے ہیں ان کو میں نے پھر سے مراد کیا ہے فہم السلف کی؟ یہ جو اقوال ہیں کہاں سے آئے ہیں؟ تو نصوص شرعیہ دو قسم کے ہیں یا تو جمع کر کے ان کی فہم یا الگ سے ایک آیت اور ایک حدیث کو ان کی فہم کیا ہے اور پھر اس فہم سے کیا مراد ہے کہ کیا انہوں نے اس کو صحیح سمجھا؟ کیسے صحیح سمجھا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی مراد اور آپ ﷺ کی مراد یہی ہے جو یہ بیان کر رہے ہیں اور ان پر پھر اجماع بھی ہوا ہے، تو کیسے ممکن ہے آپ ﷺ کی مراد اللہ تعالیٰ کی مراد سے ہٹ کر انہوں نے بات کی ہو جس پر ان اجماع و اطباق ہو چکا ہو، ممکن ہے؟ تو ان کا اجماع اور جمہور کا قول یہاں پہ حجت ہو جاتا ہے۔ تو ان کا مستند کیا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خاص طور پر؟ اس فہم کی بنیاد کیا ہے؟ کہاں سے یہ فہم لے کر آئے ہیں جو اتنی اہمیت رکھتا ہے ہمارے نزدیک؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ کی تربیت اور تعلیم، یہ فہم کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے کس سے علم حاصل کیا ہے؟ اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ ان کے سامنے چلتے پھرتے قرآن اور سنت تھے۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کیا فرماتی ہیں ''كَانَ خُلُقه الْقُرْآن''۔

تو صحابی کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ بہترین نمونہ صرف نام کے نہیں تھے حقیقتاً اور عملاً، آپ ﷺ کیسے اٹھتے تھے، کیسے بیٹھتے تھے، کیسے بات کرتے تھے، آپ ﷺ کی داڑھی مبارک میں بال کتنے تھے، وہ بھی گنے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے۔ پوری دنیا میں ایسی کوئی شخصیت دکھائیں، دنیا کی بڑی ترین شخصیت جس کے قریب ترین پیاروں نے یہ کبھی سوچا بھی ہو کہ ہمارے اس پیارے بزرگ کی داڑھی میں کتنے سفید بال ہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوا کوئی بھی نہیں کر سکتا ہے اتنی محبت آپ ﷺ سے اور اتباع۔ اتباع کی انتہا دیکھیں آپ، کہ داڑھی مبارک میں کتنے سفید بال ہیں وہ بھی گنے لیے۔ سبحان اللہ۔ تو کیا ایسے جو لوگ ہوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو آپ ﷺ سے اتنے مسائل کو سمجھنے کا جوش و جذبہ رکھتے ہیں تو کیا وہ اپنے فہم میں آکر اپنے ہوائے نفس کو آگے کریں گے؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تو اس لئے ان کا مستند کیا ہے؟ مستند کیا ہے تمہارے پاس؟ اے صحابہ، اے سلف! یہ فہم کہاں سے لے کر آئے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ سے تربیت اور ہدایت سے، آپ ﷺ نے تفصیل سے قرآن مجید کی آیات بھی انہیں سکھائیں اور احادیث عملاً کر کے ان کے سامنے انہوں نے پیش فرمائیں، تو جس چیز کا آپ ﷺ نے حکم دیا اسکی پیروی کی، جس چیز سے منع کیا اسے چھوڑ دیا، جس چیز کی خبر دی اس کی فوراً تصدیق کی اور جو چیز ان پر مشکل ہوئی یا مشکل پیش آئی اس کے بارے میں انہوں نے سوال کیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کیسے؟ مثال کے طور پر جس چیز کا حکم دیا اس کی پیروی کی ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (النور /56)۔ سب زیادہ امت میں نمازی اور زکوۃ دینے والے پرہیز گار کون ہیں؟ ﴿وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء/59)۔

اطاعت اور فرماں برداری میں ان سے بہتر کوئی ہے؟ فوراً انہوں نے عمل کیا کہ نہیں کیا؟ ''اعْبُدَ اللَّهَ'' فعل امر ہے کہ نہیں؟ توحید عبادت اپنی زندگی میں عملاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوا کسی نے حقیقتاً کیا ہے؟ بعد میں آنے والوں نے کیا ہے کوئی شک نہیں ہے لیکن ان کی زندگی کو دیکھیں آپ۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ چھوٹے سے بچے ہیں ''يَا غُلَامُ، إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظْ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظْ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلْ اللَّهَ'' سبحان اللہ زندگی ساری اللہ سے مانگتے رہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط ہو جاتا ہے، بارش نہیں ہے، کیا کرتے ہیں؟ آپ ﷺ کی قبر کے قریب مسجد نبوی میں بیٹھ کر آپ ﷺ کو ایک مرتبہ بھی پکارا ہے یا رسول اللہ ﷺ! بارش عطا کیجیے یا اے اللہ کے پیارے

پیغمبرﷺ! ہمارا وسیلہ بنیے بارش عطا کیجیے یا اے اللہ تعالیٰ! نبی کے صدقے بارش عطا فرما؟۔ کوئی ایسے لفظ تھے؟ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو گھر سے بلایا ان سے گزارش کی کہ آپ دعا کریں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں؟

''اے اللہ تعالیٰ! (یہ فہم دیکھیں سلف کی) جب آپﷺ زندہ تھے تو ہم آپﷺ سے دعا کی گزارش کرتے تھے اور آپﷺ دعا کرتے تھے اور بارش نازل ہوتی تھی، اے اللہ تعالیٰ! ہم آپﷺ کے چچا سے دعا کرواتے ہیں، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کرواتے ہیں اے اللہ تعالیٰ بارش عطا فرما''۔

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾(الفاتحہ/6) یہ کیا ہے؟ ﴿اِهْدِنَا﴾ لغت میں فعل تو امر ہے لیکن حقیقتاً کیا ہے؟ اسے کہتے ہیں فعل الطلب اور سب سے پہلا طلب جو ہے قرآن مجید میں کیا ہے؟ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ سب سے پہلا امر کیا ہے؟ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ﴾(البقرہ/21)۔ سبحان اللہ۔

تو سب سے پہلا طلب یہ فعل امر ہے لیکن یہاں پہ جب چھوٹا بڑے سے مانگتا ہے تو چھوٹا بڑے کو حکم نہیں دیتا۔ اگرچہ لفظ ایک ہے، فعل امر ہے لیکن ادب دیکھیں کہ چھوٹا بڑے سے مانگتا ہے طلب کرتا ہے اسے دعا بھی کہتے ہیں اور بڑا چھوٹے کو حکم دیتا ہے امر ہوتا ہے اگر برابر ہوں تو کیا کہتے ہیں اسے؟ برابر والا برابر سے کہتا ہے'' مجھے پانی پلاؤ''۔ کیا کہتے ہیں؟ گزارش، یہ واجب ہیں اگلے ہفتے میں پوچھوں گا میں۔ ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾(فصلت:40) فعل امر ہے نا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے، سلف میں کیا سمجھا ہے اس سے؟ جو کچھ کریں، نماز بھی چھوڑ دیں، زکوۃ بھی چھوڑ دیں ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾ سے کیا انہوں نے مراد لی ہے؟

﴿وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا﴾(المائدۃ:2)(جب تم حلال ہو جاؤ احرام سے شکار کرو)۔ کیا کسی صحابی سے ثابت ہے کہ انہوں نے اس کو واجب سمجھا ہو کہ احرام اتارنے کے بعد حج و عمرے سے شکار کریں جا کر؟ آج ہم احرام اتارنے کے بعد جا کر شکار کرتے ہیں؟ ﴿فَاصْطَادُوْا﴾(فعل امر ہے کہ نہیں؟ تو جو امر تھا اس پر عمل کیا۔ کیا سمجھنے کے بعد یا دیکھ کر عمل کرنا شروع کر دیا؟ سمجھنے کے بعد تو سب سے بہتر سمجھ کس کی ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف کی ہے۔ اب نہی کی بات دیکھیں آپ منع کیا، ﴿وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾(النساء:36)، ﴿لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى﴾(الاسراء:32)،

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾(البقرۃ:275)۔ ''اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ''۔ یہ ساری کی ساری مثالیں ہیں، کئی مثالیں ہیں اس میں جب منع کی بات آئی تو فوراً رک گئے۔ خبر کو دیکھیں آپ خبر کی تصدیق قیامت کا ذکر:

﴿اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ﴾(القارعۃ/3-1)

﴿اَلْحَآقَّةُ ۝ مَا الْحَآقَّةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ﴾ (الحاقۃ/3-1)

پچھلی قوموں کے انبیاء کے قصے دیکھ لیں آپ، پچھلی قوموں کے قصے دیکھ لیں آپ، خبر ہے تصدیق ہے، جنت اور دوزخ کا ذکر، فوراً تصدیق۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طہ/5) آمنا وصدقنا۔ کسی نے کہا ہے کیف استوی؟ یہ کیف استوی کب آیا؟ جب اہل بدعت آئے۔ اور انہوں نے کیوں پوچھا؟ فہم میں خرابی تھی عقل میں خلل ہے، اسی لئے کیفیت بھی پھر پیدا ہوئی۔ ان کے زمانے میں بہترین زمانے میں یہ سوال نہیں تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص آکر کہتا ہے اے امام ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ کیف استوی؟ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے غصے میں ان کو جواب دیا کہ ''الاستواء معلومٌ ، والكيف مجهولٌ، والإيمان به واجبٌ ، والسؤال عنه بدعةٌ'' آخر تک۔ ﴿فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ﴾(الرحمٰن:68)۔ تو ایک صحابی نے اس کی تفصیل پوچھی کہ اچھا ہے تو کیسا ہے؟ کیوں کیسے ہوگا؟ آمنا وصدقنا، خبر آئی سر آنکھوں پہ، یقین ہے کہ جنت ہے اور اس میں پھل بھی ہیں اور اس میں یہ رمّان بھی ہوگا، نخل بھی ہوگا اور فاکھہ بھی ہوں گے پھل بھی ہوں گے۔

یاجوج وماجوج، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾(الکھف/94)

تو کسی نے کہا اس سے مراد جراثیم ہیں، اس سے مراد کوئی خیال ہے یا اس سے مراد کوئی حقیقت ہے، یاجوج وماجوج آئیں گے بات ختم ہوگئی۔ سلف میں سے کسی نے اختلاف کیا؟ کسی نے کچھ اور سمجھا اس کے خلاف؟ قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں دس نشانیاں ہیں ان میں سے یاجوج وماجوج کے نکلنے کا بھی ذکر کیا ہے۔

اسی طریقے سے آپ ﷺ فرماتے ہیں "الدَّجَّالَ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى" (دجال دائیں آنکھ کا کانا ہے اور تمہارا ربّ کانا نہیں ہے)۔ سلف نے کیا اخذ کیا؟

1۔ نمبر ایک دجال حقیقتاً آئے گا۔

2۔ نمبر دو اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں۔

یہ فہم ہے کہ نہیں ہے؟ نص میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں؟ کسی حدیث میں ہے؟ کسی حدیث میں دو آنکھوں کا ذکر ہے؟ نہیں ہے، کسی آیات میں دو آنکھوں کا ذکر نہیں ہے لیکن یہاں پر ہمارا عقیدہ کیا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔ بغیر فہم کے ہم کہاں سے لے کر آئیں گے جو یہ کہتے ہیں کے فہم سلف حجت نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں بھی نہیں کہہ سکتے آپ کیوں کہ کوئی دلیل تو نہیں ہے اس کی۔ یہ فہم ہے سلف کی کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں کیوں کہ جو کانا ہو اس کی ایک آنکھ ہوتی ہے اور تمہارا ربّ کانا نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں، کما یلیق بجلالہ سبحانہ وتعالیٰ۔ جس چیز میں ان کو مشکل پیش آئی خاموشی اختیار کی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ﴾(الانفال/1)

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾(البقرۃ/219)

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ﴾ (البقرۃ/222)

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى﴾ (البقرۃ/220)۔

فوراً سوال کا ذکر ہے۔ جو سمجھ میں نہیں آیا فوراً سوال کیا کیوں کہ سمجھنا ضروری ہے اگر بغیر سمجھ کے عمل کرتے تو کیسے کرتے؟ جب اشکال پیش آیا بغیر سوال کے یسئلونک کا لفظ نہیں ہے ﴿الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾(البقرۃ:187) کا ذکر آیا سفید اور کالی دھاری کا ذکر آیا تو صحابی کو اب مشکل پیش آگئی عمل چھوڑ دیا چلو روزہ نہیں رکھتا میں، کل پوچھ کر روزہ رکھوں گا! کیا خیال ہے؟ سحری کھاتی رہے، اپنے فہم کے مطابق عمل کرتے رہے جب

غلط ثابت ہوا تو اس کی اصلاح ہو گئی صبح لیکن یہ کہیں نہیں کہا کہ ٹھیک ہے آج روزہ نہیں رکھتے کیوں کہ سمجھ آ نہیں رہی آیت تو ایک روزہ معاف ہے کل سے روزہ رکھیں گے پوچھنے کے بعد۔ تقویٰ اور ایمان دیکھیں، ظاہراً جو سمجھ آ رہی ہے اس پر عمل کیا اگر کچھ اور مراد ہے تو میں پوچھ کر پھر اپنی اصلاح کر لوں گا۔اسی طریقے سے ﴿وَلَمْ يَلْبِسُوٓا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:82)۔سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا میں نے قصہ بیان کیا تھا کہ عرض کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے ایمان کو ظلم سی آلودہ نہ کیا ہو تو مطلب ہمارے عمل سارے اکارت ہو گئے؟" اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ مطلب نہیں ہے اس آیت کا یہ مطلب ہے ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان/13) شرک مراد ہے۔ تو ایمان کے ساتھ اگر شرک شامل ہو جائے تو ایمان باقی نہیں رہتا۔ تو امن اور ہدایت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے ایمان کو محفوظ کرتے ہیں شرک سے۔

اگلے درس میں فہم سلف یا منہج السلف فی الفہم۔ منہج السلف نہیں اہم نہیں، سلف فہم کا منہج ہے، ایک واضح اور خاص راستہ ہے، کچھ اصول و ضوابط ہیں، ان شاء اللہ اگلے درس میں فہم سلف کے اصول و ضوابط کیا ہیں وہ بیان کریں گے۔ یہ کوئی خیالی پلاؤ نہیں ہے، اپنی جیب سے کسی نے کوئی بات نہیں نکالی، اس کے خاص اصول بیان کیے گئے ہیں، خاص اہتمام کیا گیا ہے، آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے الحمد للہ، علم و ضوابط موجود ہیں فہم سلف کے۔ جو فہم سلف کے مطابق بات کرتا ہے، اس کے قول کو لیا جاتا ہے، جو مخالف بات کرتا ہے اس کا قول ترک کر دیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (03: فہم سلف کی شرعی حیثیت) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔